حروف مقطعات(۴) مختلف آراء کا تجزیاتی مطالعہ

ثاقب اکبر

مقدمہ

قبل ازیں ہم تین قسطوں میں قرآن حکیم کے حروف مقطعات کے بارے میں مختلف آراء اور ان کا تجزیہ قارئین" نور معرفت" کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ پیش نظر قسط اس سلسلے میں ہماری معروضات کاآخری حصہ ہے۔ جو موضوعات قبل ازیں زیر بحث آچکے ہیں وہ درج ذیل ہیں :

1) یہ حروف متشابہات میں سے ہیں۔

2) حروف مقطعہ سورتوں کے نام ہیں۔

3) یہ حروف پورے قرآن کے نام ہیں۔

4) یہ حروف فکر و عقل کے اول مخلوق ہونے کی طرف اشارہ ہیں۔

5) حروف مقطعہ پیغمبر اکرمؐ کو متوجہ کرنے کے لیے ہیں۔

6) یہ حروف تحدی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

7) صحابہؓ کو ان حروف کا معنی معلوم تھا۔

8) حروف مقطعہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین رمز ہیں۔

9) حروف مقطعہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں۔

10) حروف مقطعہ: سامان فکر انگیزی ۔

11) حروف مقطعہ معانی اور اشیاء پر دلالت کرتے ہیں۔

12) یہ حروف کفار کو خاموش کرنے کے لیے نازل ہوئے۔

13) حروف مقطعہ آنحضرتؐ کے اسماء ہیں۔

14) یہ حروف قسمیں ہیں۔

15) یہ حروف امتوں اور قوموں کی مدت عمر کی طرف اشارہ کرتے ہیں

پیش نظر گذارشات میں ہم چند آراء پر کچھ تفصیلی گفتگو کریں گے اور دیگر چند آراء کا خلاصہ پیش کریں گے۔ ہمارا آخری حصہ ان تمام آراء کے کلی جائزے اور مختلف آراء کی ایک دوسرے سے مطابقت کے حوالے سے ہے۔ اس حصے میں حروف مقطعات کے بارے میں متقدمین و متاخرین کی آراء کے مطالعے سے کلی نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آئندہ بھی حروف مقطعات پر غور و فکر جاری رہے گا اور ہر دور میں ان کے بارے میں نئے نظریات اور نئے حقائق سامنے آتے رہیں گے جو قرآن حکیم کے دائمی معجزہ ہونے پر نئی سے نئے ادلہ کی حیثیت کے حامل ہوں گے۔

16) حروف مقطعات اسرار الٰہی کا مقدمہ ہیں

متعدد مفسرین نے حروف مقطعات کو اسرار الٰہی کا مقدمہ قرار دیا ہے۔اس سلسلے میں مختلف تعبیرات اختیار کی گئی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مفردات کے ذریعے سے انسان کو کلمات کے فہم کی طرف لے جاتا ہے۔ بعض نے اس امر پر زور دیا ہے کہ حروف مقطعات جو اوائل سور میں آئے ہیں اگر انسان ان کے راز کو نہ پا سکے تو گویا مابعد تک اس نے رسائی حاصل نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نے ان حروف کو مفاتیح قرار دیا ہے۔ گویا یہ وہ کنجیاں ہیں جن کے ذریعے سے بعد میں آنے والے اسرار الٰہی انسان پر بعد میں کھلتے ہیں۔ایسی باتیں عام طور پر عرفاء نے کی ہیں۔ سطور ذیل میں ہم چند مفسرین کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

ابن عربی کا نظریہ

اس سلسلے میں ابن عربی کے نظریے کی تفصیلات ہیں لیکن ہم ڈاکٹر حسن الدین احمد کا بیان کردہ خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ابن عربی، تفسیر روح المعانی، میں کہتے ہیں:

"اس حقیقت کو جان لینا چاہیے کہ حروف مقطعات کی اصلیت سے اصحاب عقل وخرد ہی بہرہ ور ہیں۔ جن سوروں کے آغاز میں ایسے حروف وارد ہوئے ہیں ان کی تعداد انتیس (۲۹) ہے۔ انتیسواں وہ قطب ہے جس پر آسمان قائم ہے اور وہ علت وجود ہے۔ قرآن میں یہ قطب آل عمران کا آغاز المOاللہ ہے اگر یہ قطب نہ ہوتا تو باقی اٹھائیس سورتیں قائم نہ رہ سکتیں۔

حروف مقطعات مکررات سمیت اٹھتر ہیں۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: الایمان بضع وسبعون۔ (ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں) اس میں بضع سے مراد آٹھ ہیں۔ ایمان کی شاخوں کی طرح حروف مقطعات کی تعداد بھی اٹھتر ہے۔ اس لیے جب تک کوئی شخص حروف مقطعات کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو وہ اسرار ایمان کا واقف نہیں ہو سکتا۔" (1)

عین القضاۃ ہمدانی کا نظریہ

عین القضاۃ ہمدانی کا شمار عظیم المرتبت عرفاء میں ہوتا ہے۔ حروف مقطعات کے بارے میں ان کا نظریہ اس حوالے سے خاص شہرت رکھتا ہے۔ ہم ان کے چند کلمات ذیل میں نقل کرتے ہیں: "پنداری قرآن دانستہ ای؟ ۔۔۔۔ تا حروف بندانی کلمہ چوان بدانی؟" یعنی "تم سمجھتے ہو کہ تم نے قرآن سمجھ لیا ہے۔ ایک مرد کے نزدیک قرآن جاننا یہ ہے کہ کھیعص، الم، طہ، یس کو جانو کیونکہ اگر اس کی ہدایت وابتدا کو نہ جانو تو اس کی نہایت کو کیا سمجھوگے کہ کیا ہے۔ لم یزل ولایزال کے جلال وقدر کی قسم کہ یہ فصل جو میں نے لکھی ہے حاصل ذوق ہے۔۔۔جب "حروف" ہی کو نہیں جانتے ہو تو "کلمہ" کو کیا جانوگے۔"

ملا صدرا کا نظریہ

ملا صدرا کے نزدیک بھی ان حروف سے آگاہی فہم قرآن کا مقدمہ ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"ایھا السالک المسکین، ان اول ما یرتسم فی لوح القاری المبتدی، حروف التھجی لیستعد بذلک لتلاوۃ الآیات المکتوبۃ فی الصحیفۃ القدسیۃ۔" (2)

"اے سالک مسکین! جس چیز کا نقش مبتدی قاری کی لوح پر قائم ہوتا ہے وہ حروف تہجی ہیں تاکہ صحیفہ قدسیہ میں مکتوب آیات کی تلاوت کے لیے وہ آمادہ ہو جائے۔"

ایک اور مقام پر اپنے اس نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"فقد انجلی لک ایھا المسکین أن ما ارتسم فی لوح السالک المبتدی حروف أبجد لیستعد بذلک الانتقاش بمفاد قولہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی۔۔۔ وعند ذلک یسھل علیہ معرفۃ القرآن و تعلم لفظہ و معناہ و منطوقہ و فحواہ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔" (3)

"پس اے مسکین! جب تمھارے لیے وہ کچھ روشن ہو جاتا ہے جو مبتدی سالک کی روح پر حروف ابجد کی صورت میں نقش ہوتا ہے تاکہ اس نقش ہونے سے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو سمجھنے کے قابل ہو جائے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی۔۔۔(4) اور ایسا ہونے کے بعد اس پر قرآن کی معرفت آسان ہو جائے اور تو جان لے اس کے لفظ کو، معنی کو، منطوق کو اور اس کی مراد کو اور (وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ) (5) تحقیق ہم نے قرآن کو ذکر اور یاد آوری کے لیے آسان کر دیا تو کیا کوئی ہے متوجہ ہونے والا؟

17) صاحبان نسخ کے اسماء کا مخفف

بعض مستشرقین کی رائے میں حروف مقطعات ان صحابہؓ کے ناموں کا مخفف ہیں جن کے نسخوں کی مدد سے قرآن حکیم کی تدوین کی گئی ہے۔ اس رائے کا سب سے پہلے اظہار معروف مستشرق نولڈکے نے اپنی کتاب ہسٹری آف قرآن میں کیا۔ ان کی یہ کتاب پہلی مرتبہ 1860ء میں منظر عام پر آئی۔ انھوں نے اس

کتاب میں اس نظریے کا اظہار کیا کہ حروف مقطعہ قرآن کے متن کا حصہ نہیں ہیں بلکہ ان مسلمانوں کے ناموں کا مخفف ہیں جنھوں نے رسول اسلامؐ کی زندگی میں اپنے لیے قرآنی سورتوں پر مشتمل نسخے تیار کیے اور جب حضرت زید بن ثابت نے قرآن کی جمع آوری کی تو انھوں نے قرآن کے خطی نسخوں کے مالکان کے ناموں کو بطور علامت باقی رکھا۔ مثلاً ''الر'' میں (ز) کے بجائے (ر) استعمال کیا گیا ہے اور یہ الزبیر کا مخفف ہے۔ ''المر''المغیرہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ''حم'' عبدالرحمٰن کے نام کا مخفف ہے۔

نولڈکے کا کہنا ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمان ان علامتوں کے معنی نہ جانتے تھے اور اتفاقیہ طور پر یہ متنِ قرآن میں باقی رہ گئے ہیں۔ اس مفروضے کی بنا پر یہ فقط کسی نسخے کی ملکیت کو ظاہر کرنے کے لیے سادہ سی علامتیں ہیں جو غور وخوض کے نہ کرنے کی وجہ سے متن قرآن میں لکھے جاتے رہے۔ اس موضوع پر ڈاکٹر سید کاظم طباطبائی نے ایک تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس کا عنوان ہے ''حروف مقطعہ از منظر قرآن شناسان غربی''۔ (6) یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ نولڈکے کی کتاب کا جب دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو ان کی رائے تبدیل ہو چکی تھی۔ اگرچہ یورپ میں اس رائے کو خاصی شہرت حاصل ہوئی۔ ان کی کتاب کا دوسرا ایڈیشن ''مسٹر شوالی'' کی کوششوں سے شائع ہوا۔ جس میں یہ مفروضہ موجود نہیں ہے لیکن بعدازاں ''ایچ ہر شیفلڈ'' نے یہ نظریہ اختیار کرلیا۔

1901 میں ان کی کتاب شائع ہوئی تو انھوں نے اس نظریے کی حمایت کی۔ تاہم انھوں نے ان میں سے ہر حرف کے لیے اپنی طرف سے مختلف صحیفوں اور نسخوں کے مختلف مالکوں کے لیے علامتوں کا ذکر کیا۔ ''ر'' کو انھوں نے بھی ''ز'' کا مترادف قرار دے کر زبیر کی علامت کہا۔ ''م'' ان کے نزدیک مغیرہ کا مخفف ہے۔ ''ح'' حذیفہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ''ص'' حفصہ کی علامت ہے۔ ''ک'' ابوبکر کے لیے آیا ہے۔ ''ھ'' ابوہریرہ، ''ن'' عثمان، ''ط''طلحہ اور ''س'' سعد بن ابی وقاص کی علامت ہے۔ ان کے نزدیک ''ع'' عمر، علی، ابن عباس یا عائشہ کی حکایت کرتا ہے۔ ''ق'' قاسم بن ربیعہ کے لیے آیا ہے۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ یہ نظریہ کوئی تاریخی شاہد نہیں رکھتا اور فقط انسانی ذہن کا ساختہ پرداختہ ہے جب کہ ایسے نظریے کے لیے ضروری ہے کہ اسے کسی تاریخی ثبوت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ ثانیاً نولڈکے اور ہر شیفلڈ دونوں نے مختلف حروف کے لیے مختلف افراد تجویز کیے ہیں۔

اس نظریے پر استاد جوادی آملی کی آرا قابل غور ہیں۔ ان کی آراء کا خلاصہ یہ ہے:

1. یہ نظریہ ایک باطل بنیاد پر استوار ہے کیونکہ اس کے مطابق یہ حروف اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ نص قرآنی پر اضافہ ہیں۔ اس طرح سے یہ نظریہ مسلمانوں کے اس اجماع کا مخالف ہے جس کے مطابق موجودہ قرآن میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوئی۔
2. جیسا کہ روایات میں بھی آیا ہے اور تاریخ میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے کہ خود پیغمبر اکرمؐ ان حروف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔
3. جن افراد کے نام لیے گئے ہیں ان میں سے تمام نہ کاتبان وحی تھے اور نہ ان میں ہر ایک کے پاس اپنا الگ الگ نسخہ موجود تھا۔
4. اگر یہ حروف مختلف نسخوں کے مالکوں کے ناموں کا مخفف ہیں تو پھر انھیں بسم اللہ کے بعد نہیں اس سے پہلے آنا چاہیے تھا۔ (7)

دیگر نظریات

حروف مقطعات کے بارے میں بعض دیگر نظریات بھی پیش کیے گئے ہیں جن کی اپنے مقام پر اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اختصار کے پیش نظر ہم چند ایک کا مختصر تعارف کروانے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

18) یہ حروف بندوں کے امتحان کے لیے ہیں

ان کے معانی فقط خدا کو معلوم ہیں اس نے بندوں کے امتحان کے لیے انھیں نازل کیا کہ کون بلاچون وچرا ان کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق حروف مقطعہ متشابہات میں سے قرار پائیں گے۔

19) یہ حروف نعمتوں اور ابتلاؤں وغیرہ کی طرف اشارہ ہیں

یہ حروف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، ابتلاؤں اور قوموں کی زندگی اور موت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

21) ہر سورۃ کے شروع میں آنے والے حروف مقطعہ اس سورۃ میں زیادہ استعمال ہوئے ہیں

کسی سورت کے شروع میں آنے والے حروف مقطعہ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حروف اس سورت میں زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً سورہ ''ص'' میں حرف ''ص'' کے استعمال کا تناسب دوسری سورتوں سے زیادہ ہے۔ آیت اللہ مکارم شیرازی نے تفسیر نمونہ کی پہلی جلد میں خلیفہ رشاد کی کوششوں کے نتائج کے طور پر اس نظریے کو پیش کیا ہے دیگر کئی ایک مفسرین اور دانشوروں نے اس نظریے کو ذکر کیا ہے۔ اس پر خاصی تنقید بھی کی گئی ہے۔

22) حروف مقطعہ متعلقہ سورۃ سے خصوصی مناسبت رکھتے ہیں

حروف مقطعہ جس سورت کے شروع میں آئے ہیں وہ اس سورہ کے مضمون سے خصوصی مناسبت رکھتے ہیں۔

مختلف اقوال میں تطبیق

بعض علماء نے حروف مقطعہ کے بارے میں مختلف اقوال میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ بعض اقوال ایسے ہیں کہ جو ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں اور ایک ہی وقت میں مختلف حروف مقطعہ ایک سے زیادہ معانی اور مقاصد کے حامل ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں قدماء میں اہم نام محمد بن جریر الطبری کا ہے۔ انھوں نے اپنی تفسیر جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں اس نظریے کو درست قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''والصواب من القول عندی فی تأویل مفاتح السور الی هی حروف المعجم أن الله جل ثناؤه، جعلها حروفا مقطعة ولم یصل بعضها ببعض فیجعلها کسائر الکلام المتصل الحروف، لأنه عزذ کرہ أراد بلفظه الدلالة بکل حرف منه علی معان کثیرة لاعلی معنی واحد، کما قال الربیع بن أنس۔۔۔''

یعنی: ''میرے نزدیک سورتوں کے شروع میں آنے والے حروف معجم کی تاویل میں صحیح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حروف مقطعہ قرار دیا ہے اور یہ ایک دوسرے سے وصل نہیں ہوتے پس اللہ نے انھیں دیگر دوسرے کلام کی طرح قرار دیا ہے جو متصل حروف پر مشتمل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر لفظ کو بہت سے معنی پر دلالت قرار دیا ہے نہ کہ کسی ایک معنی پر جیسے کہ ربیع بن انس کا قول ہے۔۔۔''

یہ بات کہنے کے بعد علامہ محمد بن جریر الطبری اس نظریے پر ہونے والے ممکنہ اعتراض کا جواب دیتے ہیں:

''فان قال لنا قائل: و کیف یجوز۔۔۔۔ کل حرف منها دال علی معان شی،۔۔۔'' (8)

یعنی: ''پس اگر ہمیں کوئی یہ کہے کہ کیسے جائز ہے کہ ایک حرف بہت سے مختلف معانی پر دلالت کرتا ہو تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ جیسے ایک کلمہ کے لیے جائز ہے کہ وہ بہت سے مختلف معانی کا حامل ہو جیسے انسانوں کے ایک گروہ کے لیے کلمہ استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح وقت کے ایک دورانیے کے لیے بھی امت کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اللہ کی اطاعت کرنے والے اور فرمانبردار مرد کے لیے بھی امت کا لفظ بولا جاتا ہے اور دین و ملت کے لیے بھی امت کا کلمہ بروئے کار لایا جاتا ہے۔

اسی طرح جزا اور قصاص کے لیے دین کا لفظ استعمال ہوتا ہے، سلطان اور اطاعت کے لیے بھی دین کا کلمہ بروئے کار لایا جاتا ہے۔ تذلل اور حساب کے لیے بھی دین کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ایسی ہم بہت سی مثالیں پیش کر سکتے ہیں جن سے کتاب طویل ہو جائے گی۔ پس جیسے کلام میں لفظ واحد کثیر معانی پر مشتمل ہو سکتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول (الم، والمر، والمص) وغیرہ بھی جو حروف مقطعہ کے طور پر سورتوں کے شروع میں آیا ہے، ان میں سے ہر حرف متعدد معانی پر دلالت کر سکتا ہے۔۔۔''

ابن کثیر نے ابن جریر طبری کے اس نظریے کی مخالفت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''فان أبا العالیة زعم۔۔۔۔ هذا موضع البحث فیها والله أعلم۔'' (9)

یعنی: ''ابوالعالیہ کا زعم یہ ہے کہ یہ حرف ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ معنی پر دلالت کرتے ہیں جب کہ لفظ امت اور اس سے ملتے جلتے دیگر الفاظ جنھیں اصطلاح میں الفاظ مشترکہ کہا جاتا ہے وہ قرآن میں ہر موقع پر کسی ایک معنی پر دلالت کرتے ہیں جو سیاق کلام سے سمجھ میں آتا ہے۔ ایک ہی جگہ پر سب کے سب معنی مراد نہیں ہوتے اور تمام معنی کو ایک جگہ پر محمول کرنے کے مسئلے میں علمائے اصول کا اختلاف ہے اور یہ موقع اس پر بحث کا نہیں ہے واللہ اعلم۔''

ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن حکیم کے مختلف بطون کے حامل ہونے کی روایات اس موقع پر ہماری مدد کرتی ہیں۔ بعید نہیں ہے کہ مختلف روایات جو آپس میں ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتیں اور جو حروف مقطعہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں انہی مختلف بطون کی طرف اشارہ کرتی ہوں۔ قرآن حکیم کے مختلف مراتب کے حامل ہونے کا نظریہ بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اگر اس ضمن میں شیعہ و سنی کتب احادیث میں بہت سی معتبر روایات نہ ہوتیں پھر بھی ابن جریر کے نظریے سے صرف نظر کیا جا سکتا تھا چنانچہ استاد جوادی آملی نے بھی روایات ہی کی بحث کے ضمن میں اس نظریے کو اپنے دلائل کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

علامہ جوادی آملی نے حروف مقطعہ کے بارے میں احادیث و روایات کے مابین جمع و تطبیق کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ایک ہی وقت میں مختلف حروف مقطعہ ایک سے زیادہ معانی کا امکان رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"روایات تفسیری معتبر، ۔۔۔۔ نه بر تعدد مفاهیم۔" (10)

معتبر تفسیری روایات حروف مقطعہ کے بارے میں طرح طرح کے معنی بیان کرتی ہیں۔ یہ روایات چونکہ متشبہات کی قسم سے ہیں اس لحاظ سے اس معنی میں کہ ہر کوئی کسی ایک امر کا اثبات کرتی ہے اور کوئی بھی کسی دوسری روایت کے مفاد معنی کی نفی نہیں کرتی اس لیے ان کے مطابق قابل جمع ہیں اور ممکن ہے کہ وہ سب درست ہوں۔ اس لیے تخصیص، تقیید یا تصحیح کی ضرورت نہیں مثلا "الم" کی تفسیر میں اگر روایات میں مختلف بیانات آئے ہیں مثلاً یہ کہ بعض روایات ان میں سے ہر حرف کو اسمائے الٰہی میں سے کسی ایک اسم کی طرف ناظر سمجھتی ہیں (مثلاً الف کو اللہ، لام کو علیم اور میم کو حکیم یا ملک کے لیے اشارہ قرار دیتی ہیں) اور بعض روایات ان تینوں حروف کو اسم اعظم کا ایک حصہ قرار دیتی ہیں جب کہ بعض دیگر روایات انھیں امتوں کی عمر کی طرف اشارہ قرار دیتی ہیں اور بعض دیگر روایات انھیں تحدی کے مفہوم میں لیتی ہیں اسی طرح بعض دیگر مطالب پر دلالت کرنے والی روایات ہیں۔

کوئی ایسی دلیل نہیں کہ جو اجمالی طور پر ان روایات کے بطلان پر دلالت کرتی ہو کیونکہ یہ ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتیں کہ ہم یہ کہیں کہ یہ ایک دوسرے کی متناقض ہیں جس کی بنا پر اس میں کسی ایک کے ہونے کا یقین ہو سکے بلکہ ممکن ہے مطلوب کے تعدد یا متعدد ہونے کی وجہ سے یہ حروف مقطعہ کے معانی کے مختلف مراتب کی طرف اشارہ کرتی ہوں اور اس لحاظ سے یہ سب درست ہوں۔ اس لیے حروف مقطعہ کی تفسیری روایات کی تحقیق کے حوالے سے کہنا چاہیے: ضعیف روایات اور اسرائیلیات کی شناخت کے بعد اور ان سے صرف نظر کرنے کے بعد دیگر روایات قابل قبول ہیں اور انھیں مختلف مراتب اور مختلف مصادیق پر محمول کرنا چاہیے نہ کہ مفاہیم کے تعدد پر۔

تعدد مصادیق و مراتب کے حوالے سے استاد جوادی آملی کی بات دراصل ملا صدرا کے نظریہ تشکیک کی طرف متوجہ کرتی ہے جو قرآن حکیم کے بارے میں بھی مختلف مراتب کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"چون حقیقت قرآن واحد است و مراتب زیادی دارد، پس، هر کسی از این حقیقت تشکیکی بهره ای خاص می برد، زیرا شرایط خاصی مانند ایمان، ارتباط با اهل بیت علیهم السلام و طهارت را می طلبد و هریك از این اوصاف، دارای مراتبی می باشد و هر کس، مرتبه ای از آن ها را دارا می باشد" (11)

حروف مقطعہ با معنی ہیں تو مابعد کے ساتھ با معنی تعلق

جیسا کہ مختلف تفاسیر اور اقوال علماء سے ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے اسلام کی بھاری اکثریت اس نظریے کی حامل ہے کہ حروف مقطعہ با معنی ہیں خود ناچیز کی بھی یہی رائے ہے لیکن یہ رائے اختیار کرنے کے بعد یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ حروف مقطعہ با معنی ہیں تو ان کے بعد آنے والی عبارت یا مطالب کے ساتھ ان کا با معنی تعلق بھی ضروری ہے۔ حروف مقطعہ کی حقیقت جاننے کے حوالے سے علمائے کرام کی تمام تر کوششیں اسی تعلق کو جاننے پر مرکوز رہی ہیں۔ یہ رائے اختیار کرکے وہ فطری طور پر اس تعلق کو جاننے پر مجبور ہیں۔

حروف مقطعہ کے حوالے سے بعض آراء ایسی ہیں کہ جنھیں اختیار کرنے کے بعد اس تعلق کے بارے میں رائے قائم کرنا نسبتاً آسان ہو جاتا ہے اور بعض آراء یقینی طور پر دقت طلب ہیں یا پھر ان کے نتیجے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ مثال کے طور پر سر سید احمد خاں کے نظریے مطابق حروف مقطعہ اُن سورتوں کے نام ہیں جن کے آغاز میں یہ آئے ہیں اور بعض سورتوں کے مشترک حروف مقطعہ ان سورتوں کا مشترک نام ہیں اگرچہ ان کے اس نظریے کی

کوئی یقین آور دلیل نہیں اور اس کی حیثیت ایک قول کی ہے تاہم نام قرار پانے کے بعد صرف ان حروف مقطعہ کو بطور نام اختیار کرنے کی کوئی وجہ یا حکمت بھی ہے یا نہیں، صرف یہ پہلو سوال انگیز رہ جاتا ہے۔

دوسری قسم کے لیے علامہ فراہی کے نظریے کو بطور مثال ذکر کیا جاسکتا ہے جن کے نزدیک حروف اشیاء، ہیئات یا معانی پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ حروف کے معانی کا علم مٹ چکا ہے۔ وہ چند ایک مثالوں کے علاوہ خود بھی زیادہ بات نہیں کر سکتے۔ یہ نظریہ اختیار کرنا بہت دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔ خاص طور پر علماء کے اُس گروہ کے لیے جو جاہلی ادب کو قرآن فہمی کی بنیاد بناتا ہو اور اپنے اس نظریے کے اثبات کے لیے خود بھی بند گلی میں جا پہنچا ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دور نزول قرآن ہی میں بعض حروف معانی پر دلالت کرتے تھے اور اس کی مثالیں دیگر زبانوں میں بھی موجود ہیں، اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض زبانوں کے حروف اشکال وغیرہ پر مبنی ہیں لیکن نزول قرآن کے زمانے میں عربی زبان کے تمام تر حروف خاص معانی پر دلالت کرتے تھے، یہ بات ناقابل اثبات ہے۔

فہم قرآن کی شرائط

ویسے تو بہت سے علماء نے فہم قرآن کے مقدمات اور شرائط کا ذکر کیا ہے تاہم ملا صدرا شیرازی اپنے فلسفہ تشکیک کی روشنی میں حروف مقطعہ کی تفسیر یا حقیقت بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حقیقت قرآن ایک ہی ہے البتہ اس کے بہت سے مراتب ہیں للذاہر کوئی اس تشکیکی (ذوالمراتب) حقیقت سے کچھ حصہ پالیتا ہے۔ ان کے نزدیک فہم قرآن کے لیے ایمان، ارتباط با اہل بیت علیہم السلام اور طہارت جیسی خاص شرائط درکار ہیں اور ان اوصاف میں سے ہر وصف کے اپنے مراتب ہیں اور ہر شخص ان میں سے کسی خاص مرتبے کا حامل ہے۔ اپنے اسی مرتبے کے لحاظ سے اسے فہم قرآن حاصل ہے۔

ملا صدرا کے اپنے الفاظ میں:

"چون حقیقت قرآن واحد است و مراتب زیادی دارد، پس، هر کسی از این حقیقت تشکیکی بهره ای خاص می برد، زیرا شرایط خاصی مانند ایمان، ارتباط با اهل بیت علیهم السلام و طهارت را می طلبد و هریك از این اوصاف، دارای مراتبی می باشد و هر کس، مرتبه ای از آن ها را دارامی باشد" (12)

ملا صدرا کے نزدیک اس کے مختلف تشکیکی مراتب ہیں اور سیر نزولی میں اس کے بہت سے مراتب و مقامات ہیں اور ہر کوئی قرآن کے کسی خاص مرتبے سے ارتباط رکھتا ہے۔ ملا صدرا کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لیے ان کی "برہان صدیقین" کو نظر میں رکھنا ضروری ہے جو چار اہم فلسفیانہ اصولوں پر استوار ہے جو اصالت وجود، تشکیک وجود، بساطت وجود اور امکان فقری سے عبارت ہیں۔ ان میں سے تشکیک وجود کی حقیقت کے بارے میں ڈاکٹر سید ناصر زیدی لکھتے ہیں:

تشکیک وجود سے مراد یہ ہے کہ وجود کے افراد میں ذاتی اختلاف نہیں ہے بلکہ کمال و نقص اور شدت وضعف کے اعتبار سے اختلاف ہے (جیسے روشنی کے مراتب)۔ دوسرے الفاظ میں مابہ الامتیاز، بعینہٖ مابہ الاختلاف بھی ہے اور دونوں کی برگشت وجود کی طرف ہی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے کامل ترین مرتبہ، غیر سے وابستہ نہیں ہے۔ (13)

گویا ہر ایک نے اپنے درجہ فہم اور اپنے روحانی مرتبے کے مطابق قرآن حکیم سے بحیثیت کلی اور حروف مقطعہ سے بطور خصوصی کسب فیض کیا ہے۔ اس کے لیے سطور بالا میں ملا صدرا کی بیان کردہ جن تین شرائط کا ذکر آیا ہے وہ قرآن حکیم ہی سے ماخوذ ہیں۔

ا۔ اس سلسلے میں پہلی شرط ایمان قرار دی گئی ہے۔ سورہ بقرہ کے ابتدا ہی میں اس مسئلے کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"الٓمّٓ O ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ O الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔۔۔"

۲۔ دوسری شرط ارتباط با اہل بیتؑ بیان کی گئی ہے۔ مختلف روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل بیتؑ رسالت ہی راسخون فی العلم ہیں (14) علامہ بحرینی نے اصول کافی سے امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث نقل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے:

نحن الراسخون فی العلم۔۔۔ (ہم ہیں راسخون فی العلم)

حضرت علیؑ کو باب مدینۃالعلم (15) اور باب دارالحکمت (16) قرار دیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جیسے انھوں نے تنزیل قرآن پر میرے ہمراہ جنگ کی ہے اسی طرح وہ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے۔(17) اسی طرح عترت اہل بیتؑ کو قرآن حکیم کا مثیل اور دائمی ساتھی (18) بھی فرمایا گیا ہے۔ حضرت علیؑ کے بارے میں بھی ارشاد رسالت مآبؐ ہے کہ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے۔(19) ایسی تمام روایات کو پیش نظر رکھ کر یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ ملاصدرا نے قرآن فہمی کے لیے ارتباط با اہل بیتؑ کی شرط کیوں رکھی ہے۔

۳۔ ملاصدرا نے قرآن فہمی کے لیے تیسری شرط قرآن کو قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں اس آیہ مجیدہ کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے:

"لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" (20)

اس (قرآن کریم) کو پاک کیے گئے افراد کے سوا کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔

اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا کہ پاک کیے گئے افراد کا اعلیٰ ترین مصداق اصحاب کساء اور اہل بیت اطہارؑ ہیں جن کی طہارت کا ذکر سورۂ احزاب کی مشہور آیت تطہیر میں کیا گیا ہے۔

نکات آخر

☆ اکثر نظریات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات مخففات (abbreviations) ہیں۔ ان تمام نظریات کے مطابق قرآن حکیم میں یہ حروف بامعنی ہیں۔

☆ وہ تفاسیر جو ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتیں یا باہم متضاد نہیں ہیں سب درست ہو سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف تفاسیر یا معانی کی طرف اشارہ کرنے والی احادیث کو شاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم کا مختلف مراتب یا بطون کے حامل ہونے کا نظریہ بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے۔

☆ کسی بھی تفسیر کا نظریہ ایک احتمال سے زیادہ نہیں۔ آخر کار یہی بات سب سے زیادہ برحق ہے کہ حروف مقطعات محب و محبوب کے درمیان رمز اور سّر ہیں اگرچہ قاریان قرآن کو چاہیے کہ ان پر غور و فکر جاری رکھیں۔ ایمان کے ساتھ غور و فکر کے حیران کن مثبت نتائج برآمد ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ طالبانِ صادق کو محروم نہیں رکھتا۔

*****

حوالہ جات

1۔ حسن الدین احمد، ڈاکٹر: احسن البیان فی علوم القرآن (لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۹۴ء) ص ۲۵۰)

2 ۔ ملا صدرا: الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار العقلیۃ الاربعۃ، قم، المطبعۃ العلمیۃ، ج ۷، ص ۴۲

3۔ ملا صدرا: تفسیر القرآن الکریم، ج ٦، ص ۱۹

4 ۔ ۱۱۳۔ علق: ۲

5۔ ۵۴۔ قمر: ۲۲

6 ۔ www.noormags.ir/articlepage/3758/174

7 ۔ جوادی آملی، تسنیم، تفسیر قرآن کریم (قم، مرکز نشر اسراء، ۱۳۷۸ھ ش، ط اول) ج ۲، ص ۹٦و ۹۷

8۔ طبری، ابی جعفر محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ): جامع البیان عن تاویل آی القرآن (لبنان، بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۸ء) ج ۱، ص ۹۳و ۹۴

9 ۔ ابن کثیر دمشقی: تفسیر القرآن العظیم (بیروت، دار الکتب العلمیہ، منشورات محمد علی بیدون ۱۹۹۸ء) ج ۱، ص ٦۸

10۔ جوادی آملی، تسنیم، تفسیر قرآن کریم (قم، مرکز نشر اسراء، ۱۳۷۸ھ ش، ط اول) ج ۲، ص ۱۲۷

11۔ صدر المتالھین شیرازی، محمد بن ابراہیم، تفسیر القرآن کریم، تصحیح محمد خواجوی، ق، انتشارات بیدار، سال ۱۳٦٦ھ ش، جلد ۱، ص ۲۰۹

12 ۔ صدر المتالھین شیرازی، محمد بن ابراہیم، تفسیر القرآن کریم، تصحیح محمد خواجوی، ق، انتشارات بیدار، سال ۱۳٦٦ھ ش، جلد ۱، ص ۲۰۹

13 ۔ زیدی، ڈاکٹر سید ناصر: دلائل وجود باری تعالیٰ ملا صدرا کی نظر میں (اسلام آباد، البصیرہ، دسمبر ۲۰۰٦) ص ۹۷

14 ۔ بحرینی، سید ہاشم، البرہان فی تفسیر القرآن (تہران، دار البعثۃ، ۱۹۹۵ء) ج ۴، ص ۹۳) یہی حدیث تفسیر العیاشی وغیرہ میں بھی نقل کی گئی ہے۔

15۔ نیشاپوری، الحاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ (م ۴۰۵ھ) المستدرک علی الصحین، تحقیق مصطفیٰ عبدالقادر عطا، (بیروت، دار الکتب العلمیہ، ط اول، ۱۹۹۰ء) ج ۳، ص ۱۳۷و ۱۳۸

16 ۔ الشیبانی، ابو عبداللہ احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) فضائل صحابہ، تحقیق وصی اللہ محمد عباس (بیروت، موسسہ الرسالۃ، ط اول، ۱۹۸۳ء) ج ۲، ص ٦۳۴

17 ۔ بحار الانوار، ج ۳۲، باب ۷، روایت ۲٦۰

18 ۔ کافی ج ۱، کتاب الحجۃ باب الاشارۃ والنص علی امیر المومنین، ص ۲۹۴، ح ا، و مسند احمد، ج ۳، ص ۱۴، وسنن ترمذی، ج ۵، باب مناقب اہل بیت النبی، ص ۳۲۹، حدیث ۳۸۷٦

19۔ نیشاپوری، الحاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ (م ۴۰۵ھ) المستدرک علی الصحین، تحقیق مصطفیٰ عبدالقادر عطا، (بیروت، دار الکتب العلمیہ، ط اول، ۱۹۹۰ء) ج ۳، ص ۱۳۴

20 ۔ ۵٦۔ واقعہ: ۷۹